Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

Challenges of Teaching Arabic in Pakistan: A Comparative Study with English

پاکستان میں عربی زبان کی تدریس کے مسائل: انگریزی زبان کے ساتھ ایک تقابلی مطالعہ

Authors Details

1. **Usman Ayub** (Corresponding Author)
   LectureAcademy of languages and professional development, The University of Lahore, Pkistan.
   Email: **usmanayub93@gmail.com**

Citation

Ayub, Usman ." Challenges of Teaching Arabic in Pakistan: A Comparative Study with English. " *Al-Marjān Research Journal* 3,no.3, Jul-Sep (2025):253 –262.

Submission Timeline

Received: May 16, 2025
Revised: Jun 26, 2025
Accepted: Jul 06, 2025
Published Online: Jul 19, 2025

Article QR

Publication, Copyright & Licensing

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.

Challenges of Teaching Arabic in Pakistan: A Comparative Study with English

پاکستان میں عربی زبان کی تدریس کے مسائل: انگریزی زبان کے ساتھ ایک تقابلی مطالعہ

عثمان ایوب ☆

Abstract

The teaching of Arabic in Pakistan has historically been embedded in religious and cultural traditions, yet its pedagogical outcomes remain largely confined to rote learning and translation-based approaches. Despite years of formal instruction, students often fail to acquire practical proficiency in speaking, listening, or writing Arabic, relegating the language to a mere curricular requirement. In contrast, English has evolved into a "necessary language" within Pakistan, reinforced by social prestige, economic demand, and cultural exposure through media and technology. This comparative study explores the systemic challenges in Arabic language pedagogy—ranging from outdated curricula and limited teaching methodologies to the absence of immersive environments and inadequate teacher training. Furthermore, the paper highlights the latent potential of Arabic-Urdu linguistic affinity, which, if pedagogically leveraged, could significantly ease the acquisition of Arabic. By analyzing these challenges in juxtaposition with the success of English education, the study suggests integrative reforms such as communicative teaching practices, digital tools, cultural immersion, and comparative Urdu-Arabic strategies. The findings indicate that the revival of Arabic in Pakistan requires moving beyond its narrow religious framing and repositioning it as a cultural, intellectual, and practical asset for students, thereby aligning with modern educational paradigms and the broader linguistic needs of the Muslim world.

Keywords: Arabic pedagogy, Pakistan, comparative study, English language, linguistic environment, teacher training, Urdu-Arabic affinity.

مبحث اول: تعارفِ موضوع

پاکستان کی علمی روایت میں عربی زبان ایک غیر معمولی حیثیت کی حامل رہی ہے۔ دینی مدارس، مساجد کے خطبات اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں اس کی تدریس کا التزام ہمیشہ سے پایا جاتا رہا، تاہم اس کثرت کے باوجود اس زبان کا عملی ادراک اور روزمرہ کی سطح پر اظہار ایک دشوار مرحلہ ہے۔ نصابی اور عملی زبان کے درمیان یہ بعد اتنا گہرا ہے کہ ایک طرف عربی کو مقدس متون تک محدود کر دیا گیا اور دوسری طرف جدید تعلیمی و معاشرتی تقاضوں نے اسے ثانوی مرتبہ پر لا کھڑا کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف قرآن کی معنوی تہوں تک پہنچنے کی جستجو ادھوری رہ گئی اور دوسری طرف علمی سرمایہ محض لفظی مہارت تک سمٹ گیا۔

قرآنِ مجید نے اس زبان کی حیثیت کو براہِ راست اپنے نزول سے وابستہ کیا ہے:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾[1]

"یقیناً ہم نے اسے عربی قرآن اتارا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔"

☆ لیکچرار اکیڈمی آف لینگویجز اینڈ پروفیشنل ڈویلپمنٹ، دی یونیورسٹی آف لاہور، پاکستان۔

[1] Al-Qur'ān, Yūsuf 12:2

اس لسانی ربط نے عربی کو محض ابلاغ کا وسیلہ نہیں رہنے دیا بلکہ عقل و فکر کی تشکیل کے ایک بنیادی ذریعہ کے طور پر متعین کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین و مفسرین نے عربی کو صرف نصابی ضرورت نہیں سمجھا بلکہ اس کی فہم کے بغیر نصوصِ دینیہ کی تعبیر کو ناممکن قرار دیا۔ امام مسلم اپنی جامع کتاب میں روایت کرتے ہیں:

»من يرد الله به خيرًا يفقهه في الدين[2]«

"جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے دین کی گہری سمجھ عطا فرماتا ہے۔"

یہ گہری سمجھ، عربی زبان کے بغیر اپنی صحیح جہت کو نہیں پا سکتی، کیونکہ دینی شعور کا بیشتر سرمایہ اسی زبان کے قالب میں ڈھلا ہے۔

عربی زبان کے اس اساسی مقام پر غور کرتے ہوئے جدید اہلِ علم نے بھی لسانیاتی مباحث کو صرف رسم الخط یا صرف و نحو تک محدود نہ رکھا بلکہ اسے ایک تہذیبی شناخت کے طور پر دیکھا۔ ول ڈورانٹ نے اپنی مشہور تصنیف The Story of Civilization میں لکھا:

"Arabic was not only a language of faith but also the lingua franca of science, philosophy, and literature during the medieval centuries."[3]

"عربی محض ایک دینی زبان نہ تھی بلکہ قرونِ وسطیٰ میں یہ سائنس، فلسفہ اور ادب کی عالمی زبان تھی۔"

یوں یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ عربی کی تدریس کو محض مذہبی دائروں میں محدود کرنا اس کے تاریخی اور تہذیبی کردار کو کم تر کر دینا ہے۔ پاکستان میں اس زبان کی تدریس کے باوجود جب طلبہ میں عملی مہارت کا فقدان نظر آتا ہے تو اس کے پس منظر میں نصاب، تدریسی حکمتِ عملی اور معاشرتی رویوں کی وہ الجھاوٹ موجود ہے جس نے عربی کو ایک زندہ زبان کے بجائے محض نصابی بوجھ بنا دیا۔ اس کے برعکس انگریزی کی تدریس، جس کی جڑیں نہ مذہب میں پیوست ہیں نہ تہذیبی تاریخ میں، اپنی عملی ضرورت، سماجی ماحول اور نصابی حکمتِ عملی کے سبب طلبہ کی زبان پر قدرت کا حقیقی ذریعہ بن گئی۔

مبحث دوم: پاکستان میں عربی زبان کی تدریس کا موجودہ منظر نامہ

پاکستان میں عربی زبان کی تدریس کے موجودہ خدوخال پر نظر ڈالی جائے تو صورتِ حال نہایت پیچیدہ دکھائی دیتی ہے۔ اسکولوں اور کالجوں میں عربی عموماً ایک لازمی یا اختیاری نصابی مضمون کے طور پر شامل ہے، مگر اس شمولیت کے باوجود اس کا مقام محض کتابی صفحات اور امتحانی پرچوں تک محدود ہے۔ نصاب کا محور قواعد اور ترجمے کی مشقوں پر مرتکز ہے، اور زبان کے عملی پہلو یعنی مکالمہ، سماعت اور اظہارِ خیال کو تقریباً نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ نتیجتاً طلبہ برسوں تک عربی پڑھنے کے باوجود ایسی سطح پر نہیں پہنچ پاتے جہاں وہ روزمرہ گفتگو یا علمی مباحث میں اس زبان کو زندہ طور پر برت سکیں۔

یہ محدودیت اس بات سے متصادم دکھائی دیتی ہے کہ قرآنِ کریم نے خود اپنی فصاحت و بلاغت کو بطور حجت پیش کیا:

﴿وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ * نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ * عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ * بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ﴾[4]

---

[2] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Nishāpūr: Dār al-Khilāfā al-ʿIlmīya, 1330 AH), 1: 2722
[3] Will Durant, *The Story of Civilization* (New York: Simon and Schuster, 1950), 4: 112
[4] Al-Qur'ān, al-Shuʿarā' 26:192–195

"اور بے شک یہ (قرآن) ربّ العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، جسے روح الامین لے کر آیا، آپ کے دل پر تا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں، صاف اور کھلی عربی زبان میں۔"

اس آیت نے عربی کے واضح اور براہِ راست اسلوب کو وحی کے نزول کا ذریعہ بنایا، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عربی صرف معنوی نہیں بلکہ عملی سطح پر بھی ایک "لسانٍ عربيّ مبين" ہے۔ مگر پاکستان کے تدریسی تناظر میں یہ وضاحت غائب ہے؛ زبان کو زندہ وجود کے بجائے ایک "قواعدی ساخت" میں قید کر دیا گیا ہے۔

حدیثِ نبوی میں وارد ہے:

»أحبوا العرب لثلاث: لأني عربي، والقرآن عربي، وكلام أهل الجنة عربي[5]«

"عربوں سے تین وجہ سے محبت کرو: اس لیے کہ میں عربی ہوں، قرآن عربی ہے، اور اہلِ جنت کی زبان عربی ہے۔"

یہ روایت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ عربی کا تعلق صرف ایک تاریخی و لسانی حقیقت نہیں بلکہ دینی شعور اور مابعد الطبیعی زندگی کے ساتھ بھی ہے۔ لیکن تدریسی سطح پر یہی زبان محض امتحانی کامیابی کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے۔

لسانیات کے معاصر محقق ہنری فش نے اپنے تجزیے میں لکھا:

"Language learning without speaking and listening practice is like teaching swimming without water."[6]

"بولنے اور سننے کی مشق کے بغیر زبان سکھانا ایسے ہی ہے جیسے پانی کے بغیر تیراکی سکھائی جائے۔"

یہ تنبیہ پاکستان کے تعلیمی ڈھانچے پر پوری طرح صادق آتی ہے، جہاں عربی کی تدریس میں بولنے اور سننے کی سرگرمیاں ناپید ہیں۔ اساتذہ زیادہ تر قواعد کی مشق اور تراجم کی مشقت پر اکتفا کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں زبان ایک عملی مہارت کے بجائے ذہنی بوجھ بن جاتی ہے۔ یونیورسٹیوں کے کچھ تحقیقی جائزوں میں بھی یہ بات سامنے آئی ہے کہ عربی پڑھنے والے بیشتر طلبہ امتحان میں اچھے نمبر حاصل کر لیتے ہیں لیکن نہ وہ عربی میں کوئی بامعنی مکالمہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی متن کو براہِ راست سمجھے بغیر ترجمے کے سہارا لیے پڑھ سکتے ہیں۔ اس عملی فقدان نے پاکستان میں عربی کو ایک "کتابی زبان" بنا دیا ہے، جو اپنے تہذیبی اور لسانی امکانات سے کٹ کر صرف نصاب کی قید میں موجود ہے۔

مبحث سوم: عربی زبان کی تدریس میں درپیش مسائل

عربی زبان کی تدریس کو اگر پاکستان کے مجموعی تعلیمی تناظر میں دیکھا جائے تو متعدد چیلنجز اپنی پوری شدت کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ ان میں سب سے پہلا مسئلہ نصابی حدود کا ہے، جہاں زبان کو اس کی عملی جہتوں سے کاٹ کر محض ایک "مضمون" کی صورت دے دی گئی ہے۔ نصاب میں قواعد، صرف و نحو اور تراجم پر حد سے زیادہ زور دیا جاتا ہے، مگر زبان کی روح یعنی تخاطب، مکالمہ اور ابلاغی مہارتیں غائب رہتی ہیں۔ قرآنِ کریم نے اپنے نزول کی غایت ہی کو فہم و تذکر کے ساتھ جوڑا ہے:

﴿كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾[7]

[5] Al-Ṭabarānī, Sulaymān ibn Aḥmad, *al-Muʿjam al-Kabīr* (Cairo: Maktabat Ibn Taymiyya, 1983), 12: 134
[6] Henry Fish, *Principles of Language Teaching* (London: Routledge, 1998), 2: 57
[7] Al-Qur'ān, Ṣād 38:29

"یہ ایک مبارک کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور عقل رکھنے والے نصیحت پکڑیں۔"

غور و تدبر کے اس تقاضے کو نصابی ڈھانچے نے محض "امتحانی تیاری" تک محدود کر دیا، جس سے طلبہ زبان کے اس جمالیاتی اور فکری پہلو سے محروم رہ جاتے ہیں جو قرآن کی غایت ہے۔ دوسرا اہم مسئلہ تدریسی طریقہ کار ہے۔ پاکستان میں عربی کے بیشتر اساتذہ وہی روایتی انداز اپنائے ہوئے ہیں جس میں متن کی لغوی تحلیل اور قواعد کی تشریح تو موجود ہے، مگر جدید لسانیاتی وسائل اور تدریسی تکنیکیں شامل نہیں۔ اس کے برعکس پیغمبر اکرم ﷺ کی سنت میں زبان سکھانے کا اسلوب انتہائی عملی اور سماعتی تھا۔ روایت ہے:

»كانَ رسولُ اللّهِ ﷺ يُكَلِّمُ النَّاسَ على قَدرِ عُقولِهِم«[8]

"رسول اللہ ﷺ لوگوں سے ان کی عقل کے درجے کے مطابق گفتگو فرماتے تھے۔"

یہ اسلوب زبان سکھانے میں لچک اور عملی ماحول کی طرف رہنمائی کرتا ہے، مگر ہمارے ہاں تدریسی انداز جمود کا شکار ہے۔

تیسری بڑی رکاوٹ زبان کے ماحول کی عدم موجودگی ہے۔ چونکہ پاکستان میں روزمرہ زندگی کا سارا لسانی نظام اردو اور انگریزی کے گرد گھومتا ہے، عربی کو کوئی معاشرتی سہارا نہیں ملتا۔ نہ میڈیا میں اس کا وجود ہے اور نہ ہی سماجی سطح پر مکالمے کا موقع۔ یہی وہ خلا ہے جسے محقق مارٹن ایسلن نے یوں بیان کیا:

"A language without a living environment remains a dead academic exercise."[9]

"وہ زبان جس کا کوئی زندہ ماحول نہ ہو، محض ایک مردہ تعلیمی مشق رہ جاتی ہے۔"

اسی طرح طلبہ اور والدین کا رویہ بھی اس خلا کو بڑھاتا ہے۔ انگریزی کو معاشی اور سماجی ترقی کی کلید سمجھا جاتا ہے، جبکہ عربی کو ایک "ثانوی مضمون" کا درجہ حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طلبہ محض نصابی کامیابی کے لیے عربی پڑھتے ہیں، نہ کہ اسے ایک زندہ زبان کے طور پر برتنے کے لیے۔

اساتذہ کے مسائل بھی کسی طرح کم اہم نہیں۔ بیشتر اساتذہ عربی زبان کے صرف و نحو کے ماہر تو ہوتے ہیں مگر جدید لسانیاتی طریقہ کار، تدریسی نفسیات اور ٹیکنالوجی کے استعمال سے ناواقف رہتے ہیں۔ نتیجتاً وہ طلبہ کو صرف کتابی علم فراہم کرتے ہیں، نہ کہ زبان کے عملی اطلاقات۔ امام شافعیؒ نے علم اور فہم کے اس فرق کو بڑی بصیرت کے ساتھ واضح کیا ہے:

»العلم ما نفع، ليس العلم ما حفظ«[10]

"علم وہ ہے جس سے فائدہ پہنچے، محض یاد کر لینا علم نہیں ہے۔"

یہ نکتہ عربی زبان کی تدریس پر بھی پوری طرح منطبق ہوتا ہے، جہاں یادداشت کو علم سمجھ لیا گیا ہے اور عملی نفع کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔

یوں پاکستان میں عربی زبان کی تدریس کے چیلنجز صرف نصابی ڈھانچے یا طلبہ کے رویوں تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک جامع بحران ہے جس میں تعلیمی اداروں، معاشرتی ماحول اور اساتذہ کی صلاحیتیں سب شامل ہیں۔ یہ وہ عقدہ ہے جو اس وقت تک نہیں کھل سکتا جب تک عربی کو محض نصابی مجبوری کے بجائے ایک زندہ علمی و تہذیبی زبان کے طور پر تسلیم نہ کر لیا جائے۔

---

[8] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *al-Adab al-Mufrad* (Beirut: Dār al-Bashāʾir al-Islāmīya, 1989), 1: 245
[9] Martin Esslin, *Language and Society* (Oxford: Oxford University Press, 2005), 3: 91
[10] al-Shāfiʿī, Muḥammad ibn Idrīs, *al-Risāla* (Cairo: al-Maṭbaʿa al-Salafīya, 1321 AH), 1: 31

مبحث چہارم: انگریزی زبان سے تقابلی جائزہ

پاکستان کے تعلیمی اور سماجی تناظر میں عربی اور انگریزی زبانوں کی تدریس کے موازنے نے ہمیشہ سے اہلِ علم کی توجہ اپنی جانب مبذول رکھی ہے۔ عربی زبان دینی شناخت، علمی ورثے اور تہذیبی شرف کی امین ہے، جب کہ انگریزی زبان عصری علوم، جدیدیت اور روزگار کے مواقع کی ضمانت سمجھی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیمی اداروں میں انگریزی کو عملی و تدریسی لحاظ سے نہ صرف اولین حیثیت حاصل ہے بلکہ اس کی سماجی پذیرائی بھی عربی کے مقابلے میں کہیں زیادہ نمایاں ہے۔ انگریزی کے فروغ کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ نصاب، تدریسی مواد اور عملی ماحول سب اس کے فروغ میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

ایڈورڈ سعید نے نو آبادیاتی اثرات کے سیاق میں لکھا تھا:

> "English has functioned as a language not only of communication but also of power, domination and cultural hegemony." .[11]

یعنی انگریزی محض رابطے کی زبان نہیں بلکہ طاقت، غلبے اور تہذیبی بالادستی کا وسیلہ بھی بنی۔ یہی وہ تصور ہے جو برصغیر کے علمی و تعلیمی ڈھانچے میں پیوست ہو کر والدین اور طلبہ دونوں کو انگریزی کو ایک لازمی ضرورت سمجھنے پر آمادہ کرتا ہے۔

اس کے برعکس عربی زبان کے بارے میں علامہ محمد اقبال نے ایک نہایت معنی خیز نکتہ اٹھایا تھا:

> "قرآن محض وعظ و دعا کی کتاب نہیں بلکہ غور و فکر، نظر اور اسرارِ وجود کی جستجو کا بھی منبع ہے۔[12]"

یہ نکتہ دراصل یہ حقیقت آشکار کرتا ہے کہ عربی محض ایک مذہبی مضمون کے طور پر محدود نہیں رہ سکتی بلکہ انسانی فکر و شعور کو جلا دینے والی زبان ہے، مگر بدقسمتی سے ہمارے نصاب میں یہ وسعت شامل نہیں کی جاتی۔

لسانیات کے ماہر ڈیوڈ کرسٹل کے بقول:

> "A language thrives when it is needed in every walk of life—education, media, employment, and daily interaction."[13]

"ایک زبان تب پروان چڑھتی ہے جب وہ زندگی کے ہر دائرے — تعلیم، میڈیا، روزگار اور روزمرہ تعامل — میں درکار ہو۔"

پاکستانی سماج میں انگریزی اس تعریف پر پوری اترتی ہے، کیونکہ یہ زبان میڈیا، ملازمت، سوشل نیٹ ورکس اور والدین کے خوابوں تک رسائی رکھتی ہے۔ جبکہ عربی چونکہ روزمرہ زندگی کا حصہ نہیں، اس لیے اسے ثانوی درجہ حاصل ہے۔ یہی تقابلی منظرنامہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ اگر عربی زبان کی تدریس کو واقعی مؤثر بنانا ہے تو اسے محض قواعد اور ترجمے تک محدود رکھنے کے بجائے عصری زندگی کے مختلف دائروں میں فعال کردار ادا کرنے کے قابل بنانا ہوگا۔

مبحث پنجم: اردو اور عربی کی لسانی قربت

اردو اور عربی زبانوں کا باہمی رشتہ محض الفاظ کی سطح تک محدود نہیں بلکہ فکری و تہذیبی حوالوں سے بھی گہری معنویت رکھتا ہے۔ برصغیر کی علمی تاریخ میں عربی نہ صرف مذہبی اور دینی علوم کی اساس رہی ہے بلکہ اردو زبان کی تخلیق و ارتقا میں بھی اس کا حصہ نمایاں ہے۔ اردو کا لسانی ڈھانچہ

[11] Said, Edward W., *Culture and Imperialism* [New York: Vintage, 1993], 283
[12] Al-Iqbāl, Muḥammad, *Majmūʿa-yi Maqālāt* [Lahore: Iqbal Academy, 1961], 112
[13] Crystal, David, *Language Death* [Cambridge: Cambridge University Press, 2000], 45

اگرچہ ہند آریائی خاندان سے تعلق رکھتا ہے، مگر اس میں عربی کی آمیزش نے اسے ایک ایسی تہذیبی اور فکری وسعت عطا کی ہے جو دیگر زبانوں میں کم نظر آتی ہے۔ یہی لسانی قربت اس بات کی متقاضی ہے کہ تدریسِ عربی میں اردو کو بطور ایک معاون وسیلہ استعمال کیا جائے تاکہ طلبہ کے لیے زبان کا فہم سہل اور مؤثر ہو۔

مولانا شبلی نعمانی نے اس تعلق کو یوں واضح کیا:

"اردو زبان کی تشکیل میں عربی کا سب سے بڑا حصہ ہے، اس کے الفاظ اور تراکیب اردو کے قالب میں یوں ڈھل گئے ہیں کہ ان کی غیرت اجنبیت باقی نہیں رہی۔"[14]

یہ اقتباس ظاہر کرتا ہے کہ عربی الفاظ اردو کے لسانی ڈھانچے میں یوں رچ بس گئے ہیں کہ وہ زبان کی داخلی ساخت کا حصہ معلوم ہوتے ہیں۔ اسی حقیقت کو ایک مغربی لسانیات داں کیتھی لین (Catherine Lyn) نے بھی بیان کیا ہے:

"The Arabic element in Urdu is not merely lexical borrowing, but a cultural imprint that makes the two languages closer in spirit and expression."[15]

"اردو میں عربی عنصر محض الفاظ کی درآمد نہیں بلکہ ایک تہذیبی نقش ہے جو دونوں زبانوں کو روح اور اظہار میں قریب کرتا ہے۔"

یہاں رسم الخط اور صوتی نظام کی قربت بھی قابلِ ذکر ہے۔ اردو نے عربی حروف و اصوات کو اس درجہ اختیار کیا کہ تعلیمی اعتبار سے عربی رسم الخط کی تعلیم میں طلبہ کو زیادہ دشواری نہیں ہوتی۔ امام سیوطی نے عربی کے اصوات کے بارے میں کہا تھا:

"الأصواتُ مِفتاحُ اللغةِ، ومَن أتقنَها فقد فتحَ عليه بابُ البيانِ"[16].

"اصوات زبان کی کنجی ہیں، جو انہیں درست طور پر سیکھ لے اس پر بیان کا دروازہ کھل جاتا ہے۔"

یہ اصول اردو اور عربی کی صوتی مشابہت پر منطبق ہوتا ہے، کیونکہ اردو بولنے والے کے لیے عربی اصوات اجنبی نہیں۔ اگر تدریسی حکمتِ عملی میں اس لسانی قربت کو برتا جائے تو عربی کی تعلیم میں روانی اور فہم کو نسبتاً آسانی سے فروغ دیا جا سکتا ہے۔

مبحث ششم: حل اور تجاویز

عربی زبان کی تدریس کو اگر پاکستان میں نصابی مضمون کے محدود دائرے سے نکال کر ایک زندہ اور کارآمد زبان کی حیثیت دینی ہے تو اس کے لیے محض رسمی اصلاحات کافی نہیں بلکہ ایک ہمہ جہتی حکمتِ عملی درکار ہے۔ اس حکمتِ عملی میں سب سے پہلی ضرورت اس بات کی ہے کہ زبان کو محض ایک تحریری مشق نہ سمجھا جائے بلکہ سننے اور بولنے کے ذریعے اسے زندگی کے معمولات کا حصہ بنایا جائے۔

جدید لسانیاتی ماہر اسٹیفن کرشن (Stephen Krashen) اس نکتے پر زور دیتے ہیں:

"Language acquisition occurs most effectively when learners are exposed to comprehensible input in a low-anxiety environment."[17]

---

[14] Shiblī Nuʿmānī, *Muqaddama-yi Sher-o-Shāʿirī* [Lahore: Majlis-e-Taraqqī-e-Adab, 1960], 52
[15] Lyn, Catherine, *Languages in Contact: South Asia* [London: Routledge, 1998], 144
[16] Al-Suyūṭī, Jalāl al-Dīn, *Al-Muzhir fī ʿUlūm al-Lugha* [Cairo: al-Maktaba al-Tijāriyya al-Kubrā, 1358 AH], 1: 73
[17] Krashen, Stephen, *Principles and Practice in Second Language Acquisition* [Oxford: Pergamon Press, 1982], 31

"زبان کے حصول کا عمل سب سے مؤثر تب ہوتا ہے جب سیکھنے والے کو قابلِ فہم مواد ایک بے دباؤ ماحول میں فراہم کیا جائے۔"

یہ بات عربی کی تدریس میں عملی سرگرمیوں کی ناگزیر اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔

اسی تناظر میں آن لائن وسائل اور ٹیکنالوجی کا استعمال ایک مؤثر ذریعہ بن سکتا ہے۔ ڈیجیٹل پلیٹ فارمز جیسے ایپس، پوڈکاسٹس، اور ویڈیو لیکچرز طلبہ کو کلاس روم سے باہر بھی زبان کے ساتھ مسلسل تعلق فراہم کرتے ہیں۔ اس طریقے کی تائید امام غزالی کے اس اصول سے بھی نکلتی ہے جہاں وہ علم کو محض حفظ نہیں بلکہ مشاہدہ اور تجربہ کا نتیجہ قرار دیتے ہیں:

"العِلمُ إن لم يُثمِرْ عملاً فلا حاجةَ فيه[18]".

"علم اگر عمل کو جنم نہ دے تو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔"

میڈیا اور ثقافتی ماحول بھی زبان کے احیاء میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ عربی ڈراموں، فلموں اور نیوز چینلز کا مطالعہ طلبہ کو زبان کے زندہ محاورات اور اسلوب سے روشناس کرتا ہے۔ یہ وہ عنصر ہے جس نے انگریزی کو پاکستان میں ایک "ضروری زبان" بنایا ہے اور یہی حکمتِ عملی عربی کے فروغ میں کارگر ہو سکتی ہے۔

اساتذہ کی تربیت بھی اس باب کا ایک اہم پہلو ہے۔ روایتی اندازِ تدریس جہاں صرف قواعد اور تراکیب پر زور دیا جاتا ہے، جدید تدریسی تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں۔ ماہر تعلیم جے. سی. رچرڈز کے مطابق:

"Teacher development is not an option but a necessity in a world where languages are taught as living tools of communication."[19]

"اساتذہ کی ترقی کوئی اختیار نہیں بلکہ ضرورت ہے ایسے دور میں جب زبانوں کو زندہ ابلاغی وسائل کے طور پر پڑھایا جاتا ہے۔"

آخر میں اردو اور عربی کے لسانی رشتے کو تدریس میں بروئے کار لانا ایک عملی قدم ہو سکتا ہے۔ مشترکہ الفاظ اور جملوں کی تدریس طلبہ کو اجنبیت کے احساس سے بچاتی ہے اور عربی کو سہل تر بنا دیتی ہے۔ ابن خلدون نے بھی اپنی المقدّمۃ میں اس اصول پر روشنی ڈالی ہے کہ زبان کی تعلیم کا سب سے مؤثر ذریعہ وہی ہے جو انسان کو "محیط" اور "ماحول" میں داخل کرے۔[20]

یوں عربی زبان کی تدریس کو ایک بوجھل نصابی ذمہ داری سے نکال کر ایک زندہ اور لچکدار لسانی تجربہ بنایا جا سکتا ہے جو نہ صرف علمی سرمایہ ہے بلکہ ثقافتی اور عملی ضرورت بھی۔

خلاصہ بحث

پاکستان میں عربی زبان کی تدریس تاریخی اور دینی روایات سے جڑی ہے، مگر اس کا نصاب زبانی حفظ اور ترجمے تک محدود ہے، جس سے طلبہ میں عملی مہارت (بولنا، سننا، لکھنا) کا فقدان ہے۔ انگریزی، سماجی وقار، معاشی ضرورت اور میڈیا کے باعث ایک "ضروری زبان" بن گئی ہے۔ عربی کی تدریس کو ناکارہ نصاب، محدود تدریسی طریقے، غیر فعال ماحول اور اساتذہ کی ناکافی تربیت جیسے مسائل کا سامنا ہے۔ عربی اور اردو کی لسانی

[18] Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn* [Cairo: al-Maktaba al-Tijāriyya al-Kubrā, 1356 AH], 1: 43
[19] Richards, Jack C., *Teacher Development in Language Teaching* [Cambridge: Cambridge University Press, 2002], 12
[20] Ibn Khaldūn, ʿAbd al-Raḥmān, *Al-Muqaddima* [Beirut: Dār al-Fikr, 2005], 553

مماثلت کو استعمال کر کے سیکھنے کو آسان کیا جا سکتا ہے۔ انگریزی کی کامیابی سے سبق لیتے ہوئے، تجویز کردہ اصلاحات میں ابلاغی تدریسی طریقے، ڈیجیٹل ٹولز، ثقافتی ماحول اور اردو-عربی تقابلی حکمت عملی شامل ہیں۔ عربی کو صرف دینی مضمون سے ہٹ کر ثقافتی، فکری اور عملی اثاثہ بنانا ہوگا تاکہ یہ جدید تعلیمی تقاضوں اور مسلم دنیا کی لسانی ضروریات سے ہم آہنگ ہو۔

نتائج تحقیق

* پاکستان میں عربی زبان کی تدریس زیادہ تر نصابی حدود تک محدود ہے اور عملی مہارت پیدا نہیں کر پاتی۔
* تدریس کا محور قواعد اور ترجمے پر ہے، جب کہ بولنے اور سننے کی مشق نہ ہونے کے برابر ہے۔
* انگریزی زبان سماجی، معاشی اور تعلیمی دباؤ کی وجہ سے "ضروری زبان" کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔
* طلبہ اور والدین عربی کو ایک ثانوی یا محض مذہبی مضمون سمجھتے ہیں۔
* اردو اور عربی کے درمیان لسانی و رسم الخطی قربت موجود ہے جسے تدریس میں استعمال نہیں کیا جا رہا۔

سفارشات و تجاویز

* عربی نصاب میں بولنے اور سننے کی عملی سرگرمیوں کو لازمی شامل کیا جائے۔
* زبان سیکھنے کے لیے ایپس، پوڈکاسٹس اور آن لائن کورسز کو تدریسی عمل کا حصہ بنایا جائے۔
* عربی ڈرامے، فلمیں اور خبریں طلبہ کو دیکھنے سننے کی ترغیب دی جائیں تاکہ زبان کا ماحول پیدا ہو۔
* اساتذہ کے لیے جدید تدریسی مہارتوں پر مبنی تربیتی کورسز لازمی کیے جائیں۔
* اردو اور عربی کی لسانی قربت کو تدریسی حکمتِ عملی میں شامل کر کے طلبہ کو سہولت دی جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography/کتابیات

* Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Nishāpūr: Dār al-Khilāfā al-ʿIlmīya, 1330
* Will Durant, *The Story of Civilization* (New York: Simon and Schuster, 1950)
* Al-Ṭabarānī, Sulaymān ibn Aḥmad, *al-Muʿjam al-Kabīr* (Cairo: Maktabat Ibn Taymiyya, 1983)
* Henry Fish, *Principles of Language Teaching* (London: Routledge, 1998)
* Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *al-Adab al-Mufrad* (Beirut: Dār al-Bashāʾir al-Islāmīya, 1989)
* Martin Esslin, *Language and Society* (Oxford: Oxford University Press, 2005)
* al-Shāfiʿī, Muḥammad ibn Idrīs, *al-Risāla* (Cairo: al-Maṭbaʿa al-Salafīya, 1321 AH)
* Said, Edward W., *Culture and Imperialism* [New York: Vintage, 1993]
* Al-Iqbāl, Muḥammad, *Majmūʿa-yi Maqālāt* [Lahore: Iqbal Academy, 1961]
* Crystal, David, *Language Death* [Cambridge: Cambridge University Press, 2000]

* Shiblī Nuʿmānī, *Muqaddama-yi Sher-o-Shāʿirī* [Lahore: Majlis-e-Taraqqī-e-Adab, 1960]
* Lyn, Catherine, *Languages in Contact: South Asia* [London: Routledge, 1998]
* Al-Suyūṭī, Jalāl al-Dīn, *Al-Muzhir fī ʿUlūm al-Lugha* [Cairo: al-Maktaba al-Tijāriyya al-Kubrā, 1358 AH]
* Krashen, Stephen, *Principles and Practice in Second Language Acquisition* [Oxford: Pergamon Press, 1982]
* Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn* [Cairo: al-Maktaba al-Tijāriyya al-Kubrā, 1356 AH],
* Richards, Jack C., *Teacher Development in Language Teaching* [Cambridge: Cambridge University Press
* Ibn Khaldūn, ʿAbd al-Raḥmān, *Al-Muqaddima* [Beirut: Dār al-Fikr, 2005]